بسم اللہ الرحمن الرحیم

خوشی از عبداللہ وسیم

''خوشی کیا ہے؟ میرا یہ سوال ہے۔ کسی کے نزدیک خوشی کیا ہے؟ کیا صرف مسکرانا خوشی ہے؟ کیا اپنی پسند کی چیز حاصل کرنا خوشی ہے؟ کیا سب کچھ ہونا خوشی ہے؟ کیا کسی کا ساتھ ہونا خوشی ہے؟ کیا یہ خوشی ہے؟ کیا وہ خوشی ہے؟ کیا ہے یہ خوشی؟ مجھے نہیں سمجھ آیا۔اب میری کہانی سنیں۔

ہاں..... میں خوش تھی۔ اپنی زندگی میں، میں خوش تھی۔ میرے پاس سب کچھ تھا۔ میں مسکراتا چہرہ تھی۔ خوبصورت تھی۔ میرے پاس میری پسند کی ہر چیز تھی۔ میرا جیون ساتھی بھی بہت اچھا تھا۔ میں ایک پرفیکٹ زندگی گزار کر ادھر آئی ہوں۔ ادھر..... جہاں سے واپسی شاید ممکن نہیں ہے۔ ادھر..... جس جگہ ہونے کا میں نے کبھی تصور بھی نہیں کیا تھا۔ ادھر..... جہاں میں ابھی نہیں آنا چاہتی تھی۔

بسترِ مرگ پہ.....

میں ہاسپٹل کے ایک پلنگ پہ ہوں جس پہ سفید چادر بچھی ہے۔ کیا یہی کفن ہے؟ مجھے مصنوعی سانسیں دی جارہی ہے۔ میں خود سے سانس نہیں لے پارہی۔ میرے ارد گرد میرے قریبی لوگ کھڑے ہیں۔ اس کی آنکھوں میں آنسو ہیں۔ وہ بات کرتے ہیں تو ان کے لہجے بھیگ جاتے ہیں۔ آنکھیں چھلک پڑتی ہیں۔ وہ میری وجہ سے پریشان ہیں۔ وہ لوگ میری خوشی کی وجہ ہیں۔ میرا شوہر..... میرا بیٹا.....اور میری بیٹی.....

وہ شاید جانتے ہیں کہ میرا اور ان کا ساتھ صرف اتنا ہی تھا۔ وہ یہ بھی جانتے ہیں کہ مجھے یہاں لانا کسی کام نہیں آئے گا۔ پر..... وہ ناامید نہیں ہیں۔ وہ ایک آخری موقع بھی ضائع نہیں کرنا چاہتے۔ وہ میری پرواہ کرتے ہیں۔

میں پانچ سالوں سے بیمار ہوں۔ میری بیماری پہلے ظاہر نہیں ہوئی تھی۔ وہ اندر ہی کہیں پل رہی تھی۔ مجھے اندازہ ہی نہیں تھا۔ میں تو صحت مند عورت تھی۔ کوئی اگر ایک دو ماہ پہلے مجھے دیکھتا تو اسے یقین ہی نہ آتا کہ میں اتنی بیمار پڑ سکتی ہوں۔ میں بسترِ مرگ پہ آسکتی ہوں؟ مجھے مصنوعی سانسوں کے سہارے چند لمحات عطا کیے گئے ہیں۔ مجھے..... مجھے..... کوئی یقین نہیں کرے گا۔ میں خود بھی نہیں۔

مجھے جب یہ لوگ یہاں لائے تھے تو ڈاکٹر نے پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ ان کے پاس بہت کم وقت ہے۔ ہم انہیں کوئی جھٹکے وغیرہ نہیں دیں گے کیونکہ ان کی حالت بہت خراب ہے۔ موت ہی ان کے لیے راحت بن سکتی ہے۔ ایسی زندگی موت سے کم نہیں پر موت آئے گی تو صرف ایک بار مرنا پڑے گا۔ موت کے برابر زندگی میں پل پل مرنا پڑتا ہے۔ میں پل پل مر کر ہی یہاں آئی ہوں۔

وجہ کیا تھی؟

خوشی.....''

☆☆☆☆☆

روشن دن طلوع ہو چکا تھا۔

میں اس وقت نماز پڑھ کر فارغ ہوئی تھی جب عباد میرے پاس آئے۔ان کے ہاتھ میں چابیاں تھیں۔میں نے جائے نماز کو تہہ لگا کر ایک طرف رکھ دی۔عباد مسکرا رہے تھے۔

''کیا ہوا؟ بہت خوش لگ رہے ہیں۔''میں نے ان سے پوچھا۔

''میرے ساتھ آؤ۔''انہوں نے میرا ہاتھ تھاما اور مجھے لے کر جانے لگے۔

''کدھر۔''میں نے انہیں روکا۔''مجھے چادر تو لینے دیں۔ایسے ڈوپٹے سے ہی چلی جاؤں کیا؟''

''اوہ ہاں۔جاؤ جلدی۔''عباد اپنی ہی جلد بازی پہ ہنس دیے۔

میں چادر لے کر آ گئی تو عباد کے ساتھ ہی گھر سے باہر نکلی۔بائیک پہ ہی ہم دونوں چند گلیاں دور ایک گھر کے سامنے آ کر رکے اور میں نے دیکھا کہ عباد نے جیب میں سے چابیاں نکال کر دروازہ کھولنے لگے ہیں۔میں بہت حیران ہوئی۔

''آؤ اندر فرح۔''وہ مجھے کہہ کر اندر چلے گئے۔میں بھی اندر آ گئی۔

دروازہ گزر کر تھوڑی ہی راہداری تھی جس کے بائیں طرف بیٹھک تھی۔دوسری طرف گھر کی حد ختم ہوتی تھی۔میں نے ایک نظر بیٹھک پہ ڈالی اور آگے بڑھ گئی۔بیٹھک کی دیوار کے ساتھ ہی زینے اوپر جاتے تھے۔زینوں سے آگے صحن تھا اور بائیں طرف اوپن کچن۔میں دیکھ رہی تھی۔عباد اندر کمرے میں چلے گئے۔میں نے کمرے میں قدم رکھا۔دروازہ بالکل دائیں طرف تھا۔وہ ایک کمرہ تھا۔دیواروں پہ پینٹنگ لگی تھی۔چھت پہ سیلنگ لگی تھی۔ایک عدد اے سی بھی تھا۔اس کمرے کے دروازے کے عین سامنے ایک اور دروازہ بھی تھا۔وہ بھی ایک کمرہ تھا۔عباد کے اندر جانے کے بعد میں بھی اندر گئی۔وہ بیڈ روم تھا۔آرائشی لحاظ سے سابقہ کمرے جیسا ہی تھا۔میری حیرانی اب خوشی میں بدل گئی تھی۔

''کیا لگا؟''

''یہ کس کا گھر ہے؟''عباد سے میں نے پوچھا۔

''تمہیں پسند ہے تو تمہارا ہو سکتا ہے۔''عباد نے میرا ہاتھ تھام لیا۔

''سچ میں؟''میری آنکھوں میں آنسو آ گئے۔کیا میری دعا سن لی گئی تھی؟اللہ نے میری دعا سن لی تھی۔یقیناً.....ابھی نماز کے بعد ہی تو میں نے پھر سے یہ دعا کی تھی۔مجھے اپنا ایک گھر چاہئے اللہ۔اللہ نے سن لی۔

''ہاں۔مجھے گھر پسند آیا اسی لیے تمہیں دکھانے لایا ہوں۔یہ ہماری نئی جنت ہو گا۔ہماری جنت فرح۔''عباد کی خوشی دیدنی تھی۔

''مجھے بہت پسند آیا یہ گھر عباد۔''میں نے کہااور رونے لگی۔عباد نے میرے آنسو صاف کیے۔

''اب یہ رونا تو بند کرو۔خوشی کی بات ہے یہ تو۔''

میں تو خوشی کے آنسو بہارہی تھی۔خوشی.....یہ خوشی ہی ہر جگہ آگئی تھی میرے سامنے۔غلطی میری بھی تھی۔انسان کو اتنا اچھا بھی نہیں ہونا چاہئے۔میں شاید کچھ زیادہ ہی اچھی تھی۔اچھی.....یا،ناسمجھ؟

خیر ہم نے اوپر سے گھر دیکھا۔سامنے ہی کھلا صحن تھااور ویسا ہی اوپن کچن۔سامنے ایک کمرہ تھا جو نیچے کے دونوں کمروں کے برابر تھا تقریباً۔باہر کی طرف ایک ٹیرس بھی تھا۔اس کے اوپر چھت تھی۔

گھر مجھے بہت پسند آیا۔وہ میرا پہلا گھر ہونے والا تھا۔سسرال میں تو جوائنٹ سسٹم تھا۔سب کو ایک ایک کمرہ ہی ملا تھا۔اب مجھے ایک علیحدہ گھر ملنے والا تھا جس میں،میں،میرا شوہر اور میرے دو بچے رہنے والے تھے۔ایک پرفیکٹ زندگی شروع ہونے والی تھی اور ہم ایک پرفیکٹ فیملی بننے والے تھے۔ایک خوشحال فیملی۔

خوش.....حال.....

ناخوش.....بے حال.....

☆☆☆☆☆

''ہائے کتنی چھپی رستم نکلی تم فرح۔گھر بھی لے لیااور کسی کو بتایا بھی نہیں؟ہمیں تو بتادیتی۔ہم تو دعا ہی دیتے۔''

''بڑی بات ہے تم ایک کمرے سے نکل کر اتنے بڑے گھر میں چلی گئی ہو۔عباد کے پاس اتنی رقم کیسے آئی؟کہاں چھپائے ہوئے تھے یہ پیسے؟''

''اپنا زیور بیچا ہوگا گھر خریدنے کے لیے۔گھر اتنی آسانی سے تھوڑی بنتے ہیں۔''

''تم نے تو کسی کو ہوا بھی نہیں لگنے دی،ہیں۔کیسے پھر ہو گئی ایک دم سے۔بندہ کوئی ذکر ہی کر دیتا ہے کہ گھر بدلنے کا پلان ہے تم لوگوں کا۔''

''یہ تو تم نے بہت غلط کیا۔گھر بدلنے کا پلان تو ہمارا تھا۔تم بھلا پہلے بتادیتی تو میں تمہارے جیٹھ سے بات کرتی اور ہم الگ ہو جاتے۔اب تم تو آرام سے نئے گھر میں رہو گی۔ہم پھر سے اسی جنجال پورے میں جلتے کڑھتے رہیں گے۔بڑی ہوشیار نکلی تم۔''

''ہائے فرح.....تم کیسے ہمارے بھائی کو لے کر الگ رہنے کا سوچنے لگی؟تمہارا دل نہیں کانپا ہمارے بھائی کو ہم سے دور کرنے پر؟''

''یہ گھر تو ہمارے امی ابو کی نشانی ہے۔تم لوگ یہاں سے کیسے جا سکتے ہو؟قیامت والے دن کیا جواب دو گے امی ابو کو؟''

ایسے بے شمار جملے مجھے سننے کو ملتے رہے جب سے میں نے اور عباد نے سب کو الگ گھر کے بارے میں بتایا تھا۔سب نے مسکراتے ہوئے طنزوں کی بارشیں کیں۔میں نے ہنس کر ٹال دیا۔اب میرے دل میں بات بیٹھ گئی تھی کہ فلانی نے ایسے کہااور

فلانے نے ایسے کہا۔ مجھے سب کے لہجے سمجھ میں آنے لگے۔ اس وقت مجھے احساس ہوا کہ سسرالی رشتوں میں کون میرا سگا ہے اور کون نہیں؟ ہاں.....ان طنزوں کی برسات میں ہی ایک اور آواز بھی آئی جسے میں سننا چاہتی تھی۔ وہ آواز میری نند کی تھی۔

''بہت بہت مبارک ہو آپ کو فرح۔ اللہ آپ کو آپ کا نیا گھر نصیب کرے۔ آپ خوشیوں سے رہیں اس گھر میں اپنی فیملی کے ساتھ۔''

یہ الفاظ تھے۔ میں حیران بھی ہوئی تھی۔ اتنا سب کچھ سننے کے بعد مجھے امید نہیں تھی کہ کوئی مجھ سے یہ سب بھی کہے گا۔ مجھے بہت خوشی ہوئی تھی۔ باجی نے بہت دل سے دعا دی تھی۔ میں پھر جتنے سال بھی اس گھر میں رہی، میں نے اسے اپنے نصیب میں لکھا ہوا پایا۔ ان کا جملہ اور لہجہ مجھے آج بھی یاد ہے۔ نفرتوں میں کوئی ایک بھی محبت کرنے والا ملے تو وہ ساری عمر اپنی الگ پہچان رکھتا ہے۔ اس کی اہمیت کچھ الگ ہی ہوتی ہے۔

اب میں سوچتی ہوں کہ اگر باقی سب بھی ایسے ہی خوش ہوتے تو میں وہاں سے اچھی یادیں ہی لے کر جاتی۔ سچ بولوں تو پھر مجھے کسی کی پرواہ نہیں رہی۔ میں سب کو ان کے حال پہ چھوڑ کر وہاں سے آ گئی۔ شکر ہے اللہ کا جس نے میری دعا سنی۔ میں نے سب کو ان کی تلخ باتوں کی وجہ سے معاف کر دیا اور پھر سے اپنا دل صاف کر لیا۔ ان سب کے برے رویوں کو بھلانے میں مدد کرنے کے لیے میرا نیا گھر کافی تھا۔ وہ میری مکمل جنت تھی۔ میں ایک کمرے سے اس محل میں آ گئی تھی۔ میں نے اسے خوب سنوارا۔ اسے صاف ستھرا رکھا۔ اس جنت کی قدر کی جو مجھے دنیا میں مل گئی تھی۔ عباد، میں اور بچے..... ہم سب ایک اچھی زندگی گزار رہے تھے۔ پھر انٹری ہوئی خوشی کی۔

خوشی.....

خوشی میرے چہرے سے صاف واضح تھی۔ میں ایک مطمئن زندگی گزار رہی تھی، میرا شوہر مجھ سے محبت کرتا تھا۔ میں اپنی اولاد کی اچھی تربیت کر رہی تھی۔ میں نے خود کو اپنے گھر میں مگن کر لیا تھا۔ مجھے اس گھر سے ایسی انسیت ہو گئی تھی کہ مجھے ایسا لگتا تھا میں نے شادی کے فوراً بعد، گیارہ سالوں سے یہاں ہی رہ رہی ہوں۔ مجھے وہ تنگ سا ایک کمرہ بھول ہی گیا تھا۔ اب سوچتی ہوں تو حیرت ہوتی ہے۔ گیارہ سال ایک چھوٹے سے کمرے میں گزرے تھے۔ میں اللہ کا شکر ادا کرتی نہیں تھکتی۔ کیوں نہ کرتی شکر؟ اس نے مجھے ایک محل ہی تو دیا تھا۔ میرا اپنا محل.....

☆☆☆☆☆

''نئے گھر کی خوشی میں دعوت رکھو۔ بھلا یہ کیسی کنجوسی ہے کہ اتنے لاکھوں کا گھر لے لیا اور ایک اچھا سا کھانا بھی نہیں کھلا رہے۔ فرح کے اور اپنے گھر والوں کو بلا کر ایک دعوت رکھ لو۔ اللہ برکت دے گا تمہارے گھر میں۔''

''ابا نے مجھے یہ کہا ہے۔'' عباد نے اس روز مجھے بتایا۔ میں ابا کی بات سن کر خوش ہوئی۔ انہوں نے ٹھیک کہا تھا۔

''اگلے ہفتے رکھ لیتے ہیں۔امی لوگ بھی دو ایک دن میں آنے والے ہیں۔میں انہیں بتا دیتی ہوں۔''میں نے عباد سے کہا اور وہ مان گئے۔

اگلے ہفتے دعوت رکھ لی گئی۔

''بڑا پیارا گھر ہے فرح۔ہائے کاش ہمیں بھی ایسا گھر ملتا۔سب کچھ کتنا پیارا ہے۔بہت اچھا بنا ہوا ہے۔یہ تو سونے پہ سہاگا والی بات ہے کہ بنا بنایا گھر مل گیا ورنہ عباد کہاں اتنی ڈیوٹی دے سکتا تھا بھلا؟''

اس جملے میں حسرت تھی۔مبارک پھر بھی نہیں ملی تھی۔ایسے حسرت بھرے اور بھی کچھ جملے سننے کو ملے تھے۔

''آنٹی،بہت مبارک ہو۔بڑا پیارا گھر ہے آپ کا۔''

وہ میرے جیٹھ کی بیٹی تھی،فاطمہ۔اس کے چہرے سے صاف ظاہر تھا کہ وہ دل سے خوش ہے۔اس کا لہجہ بھی اس بات کا گواہ تھا۔مجھے بہت خوشی ہوئی تھی اس کا جملہ سن کر۔

مجھے دوسروں کی خوشی میں خوش ہونا آتا تھا۔میں سب کو دل سے دعا دیتی تھی۔جو کوئی مجھے اپنی کسی بات کے بارے میں بتاتا تو میں اس کی توقع کے مطابق ہی اسے جواب دیتی تھی۔مجھے یاد ہے کہ ہمارے ساتھ والوں نے نئی موٹر لگائی تھی۔میں اتنا خوش ہوئی تھی کہ کیا بتاؤں۔میں ان کے گھر گئی مبارک دینے۔یہ میری عادت تھی۔میری.....یہ صرف میری عادت تھی۔کسی اور کی نہیں۔میں سمجھتی تھی سب ایسے ہی ہوتے ہیں۔سب دوسروں کی خوشی میں خوش ہوتے ہیں۔سب دوسروں کو ان کی کامیابیوں پہ دعائیں ہی دیتے ہیں۔کوئی بھلا بہن بھائیوں سے بھی حسد کر سکتا ہے؟یہ میرا نظریہ تھا۔اب اپنی یہ بات سوچوں تو بہت ہنسی آتی ہے۔میں کتنی ناسمجھ تھی۔ہر ایک کو اپنے جیسا سمجھ رہی تھی۔میں اپنی تعریف نہیں کر رہی بس ایک بات کر رہی ہوں۔مجھے اپنی یہ عادت پسند تھی۔میں حاسد نہیں تھی۔میں دوسروں کو ان کی کامیابیوں پہ بار بار مبارکیں دیتی تھی۔میں انہیں دل سے دعائیں دیتی تھی۔

فاطمہ میرے جیسی تھی۔گیارہ سال پہلے جب میں ادھر آئی تھی تو تب سے ہی وہ مجھ سے اٹیچ ہو گئی تھی۔وہ اب انیس سال کی ہے۔وہ مجھ سے اپنے دل کی ہر بات کر لیا کرتی تھی۔وہ مجھے اپنی سہیلی کہتی تھی۔ہمارے درمیان عمر کا کافی فرق تھا پر اس کے باوجود میں بھی اس کے ساتھ سہیلیوں کی طرح ہی رہتی تھی۔وہ مجھے اپنی چچی سمجھتی ہی نہیں تھی۔ہم دونوں کا کافی مذاق تھا۔وہ مجھے فرح بھی کہہ دیا کرتی تھی مذاق میں۔میں نے بھی اس کے ساتھ ایسا ہی سلوک رکھا۔وہ میرے ساتھ اچھی تھی۔میں بھلا کیوں اس کے ساتھ برا کرتی؟میں تو سب کے ساتھ ہی ٹھیک تھی۔جس نے طنز کیے،اس کے ساتھ بھی۔یہ میری عادت تھی۔پھر وہی.....یہ صرف مری ہی عادت تھی۔

بعض اچھی عادتیں بھی انسان کو نقصان دیتی ہیں۔صرف تب.....جب وہ ضرورت سے زیادہ پکی ہو جائیں کیونکہ ہر چیز کی زیادتی نقصان دہ ہوتی ہے۔

نقصان.....وہ میرا ہو چکا تھا۔

میرا.....

عباد کا.....

میرے بچوں کا.....

☆☆☆☆☆

میرے دو جیٹھ اور جیٹھانیاں ہمارے گھر آئے تھے۔ان کے علاوہ عباد کی دو اور بہنیں بھی تھیں۔ایک اسی شہر میں رہتی تھی اور دوسری کسی دوسرے شہر میں۔ یہاں والی نے ہی مجھے مبارک دی تھی اور ان کے چہرے سے عیاں تھا کہ وہ اپنے چھوٹے بھائی کی کامیابی پہ دل سے خوش ہیں۔دوسری طرف انہی کی بہن تھیں جنہوں نے ابھی تک ایک کال بھی نہیں کی تھی۔مجھے اس بات کا بہت دکھ تھا۔مجھے برا لگا تھا۔میں نے عباد سے بھی اس بارے میں بات کی تھی کہ آپا نے ایک بار بھی کال کر کے نہیں کہا۔عباد نے مجھے ہمیشہ ٹال دیا۔میں نے کڑھنا شروع کر دیا۔ ہمیں یہاں آئے ہوئے تین ماہ گزر گئے تھے اور وہ صرف دوسرے بھائی اور بھابھیوں کو ہی فون کیا کرتی تھیں۔

میں اس وقت مہمانوں کے لیے چائے بنا رہی تھی کہ عباد کی بڑی بھابھی میرے پاس آئیں۔''فرح، کل آپا کا فون آیا تھا۔میں تو ان کی بات سن کر ہی حیران رہ گئی۔ توبہ توبہ کیسی فضولیات سوچتی ہیں۔ میں نے کہا انہیں کہ تمہیں اور عباد کو کال کر کے مبارک ہی دے دیں تو کہنے لگیں کہ میں کیوں مبارک دوں؟فرح میرے چھوٹے بھائی کو لے کر ہم سے الگ ہو گئی ہے۔اس نے ہمارے ماں باپ کے گھر سے ہمارے بھائی کو نکال دیا ہے۔توبہ، کتنی عجیب بات ہے۔ کہتیں کہ میرا حوصلہ ہی نہیں پڑتا عباد کو فون کرنے کا۔ کیا کہوں کہ الگ ہونے کی مبارک باد؟ ہمارا چھوٹا بھائی ہے۔میرا تو دل نہیں مانتا۔فرح نے اچھا نہیں کیا۔''

بھابھی کی بات سن کر مجھے دلی دکھ ہوا۔آپا کا ذہن میرے بارے میں ایسا ہے؟

''کہتیں کہ میں تو کبھی نہیں جاؤں گی اس گھر میں۔میرا چھوٹا بھائی ہم سے دور ہو گیا ہے۔''

''بھابھی آپ خود بتائیں۔یہ فیصلہ عباد کا تھا ناں۔میں بھلا کیوں عباد کو ان کے بہن بھائیوں سے الگ کروں گی؟ بھلا عباد اب بھی آپ سب سے نہیں ملتے؟'' حد ہوتی ہے جہالت کی۔ میں یہ بھی کہنا چاہتی تھی پر خود کو روک لیا۔میں جانتی تھی میری بات وہاں تک پہنچ جائے گی اسی لیے میں نے الفاظ کا چناؤ احتیاط سے ہی کیا۔چھوٹے ہونے کا یہ بھی نقصان ہے کہ سچ بولو تو بدتمیز کا لیبل لگ جاتا ہے۔

''ہاں تو اور۔تمہارے بڑے بھائی بھی کہتے ہیں کہ عباد الگ ہو کر بھی ہم سے ایسے ہی ملتا ہے۔بس تمہیں تو پتا ہی ہے آپا کا۔ کوئی نہ کوئی بات تو کرنی ہی ہوتی ہے۔ایسے انہیں کھانا ہضم نہیں ہوتا۔''بھابھی آخر میں ہنس دیں۔

''بس اللہ ہدایت دے۔''میں نے تبصرہ کیا اور چائے کپوں میں انڈیلنے لگی۔

بیوی.....شوہر کو لگتا ہے کہ بیوی نے میری بہنوں کو مجھ سے دور کیا۔ بھابھی..... بہنوں کو لگتا ہے کہ ان کی بھابھی نے بھائی کو دور کر لیا۔ چلو مانا کچھ عورتیں ایسی ہوں گی بھی لیکن ہر کوئی ایک جیسی نہیں ہوتی۔ میں نے آج تک عباد کو کبھی ان کی بہنوں کے خلاف نہیں بھڑکایا۔ یہ میری عادت ہی نہیں۔ جس نے دور ہونا ہوتا ہے وہ اپنے رویوں سے ہی ظاہر کرتا ہے۔ جس نے قریب رہنا ہوتا ہے وہ لاکھ باتوں کے باوجود ساتھ ہی رہتا ہے۔ کوئی کسی عقل مند انسان کو دوسرے سے دور نہیں کر سکتا۔ یہ انسان کی اپنی عقل ہوتی ہے کہ وہ کانوں کا کچا بن کر دوسروں کے پیچھے لگ جاتا ہے یا اپنی آنکھوں سے دیکھ کر کوئی فیصلہ کرتا ہے۔ عباد مجھ سے خوش تھے۔ انہوں نے کبھی مجھے یہ نہیں کہا تھا۔ جب میں نے ایسا کچھ کیا ہی نہیں تو وہ کہتے بھی کیسے۔ میری عادت..... صرف میری عادت.....

☆☆☆☆☆

کسی کو نیچا دکھانا صرف اپنے ظرف کی پستی دکھانا ہی ہے۔

دوسروں سے محبت کرنا اپنے ظرف کی بلندی دکھانا ہے۔

ظرف..... جس کا جتنا ظرف ہوتا ہے وہ اتنا ہی کرتا ہے۔ جو کوئی فسادی ہے اس کا ظرف پستی کی گہرائیوں میں ہے۔ جو دوسروں کو نفع دینے والا ہے اس کا ظرف آسمان کی بلندیوں پہ ہے۔ یہ اب انسان کو فیصلہ کرنا ہے کہ اس نے اپنا ظرف کہاں رکھنا ہے۔ گہرائیوں میں یا آسمانوں میں؟

☆☆☆☆☆

ہمیں یہاں آئے ایک سال ہو چکا تھا۔ اس سارے عرصے میں میں نے لوگوں کو پرکھنا سیکھ لیا تھا۔ کون مخلص ہے اور کون نہیں، یہ مجھے پتا چل چکا تھا مگر میں چپ رہی۔ میں کسی کو بھی یہ ظاہر نہیں کرواتی تھی کہ مجھے ان کی حقیقت کا علم ہو چکا ہے۔ ایسا کرنے کا کوئی فائدہ بھی نہ تھا۔ میں بس عباد سے ہی یہ سب ڈسکس کرتی تھی جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ.....عباد کو ان باتوں سے چڑ ہونے لگی۔ وہ مجھے منع کرتے کہ ان سب کے بارے میں نہ سوچا کرو مگر میں عورت تھی۔ میں حساس تھی۔ میرے ذہن میں یہ باتیں گھومتی رہتی تھیں۔ میں کیسے اتنی آسانی سے یہ سب باتیں فراموش کر سکتی تھی؟ کیسے اتنی آسانی سے سب کی حقیقت جان کر بھی کوئی خاص رد عمل نہ دیتی؟ عباد سے ڈسکس تو میں کر ہی سکتی تھی ناں۔ وہ شروع میں تو میری باتیں سنتے تھے پر وہ مرد تھے۔ مردوں کو اس گھریلو سیاست سے کچھ خاص لینا دینا نہیں ہوتا۔ ان کے لیے کاروباری سیاست ہی بہت ہوتی ہے۔

وقت گزرتا رہا۔ میں ان سب کے ساتھ ایسے ہی نارمل رہی۔ اگر کچھ ظاہر بھی کرتی تو اس میں میرا نقصان تھا۔ اب میں اتنی بھی بے وقوف نہیں تھی۔ میں اپنے سسرال کو چھوڑ نہیں سکتی تھی۔ وہ میری زندگی کا ایک اہم حصہ تھے۔ اچھے اور برے لوگ تو ہر جگہ ہی ہوتے ہیں۔ انہی میں کچھ اچھے بھی تھے اور برے بھی۔ میں دونوں کے ساتھ ہی اچھی تھی۔

پانچ سال گزر گئے۔ ہم نے گھر میں نیا اے سی لگوایا تھا۔ میں نے سب کو فون کر کے بتایا کہ میں نے نیا اے سی لیا ہے۔ پھر سے وہی سب ہوا۔ کچھ باتیں اور ایک دو مبارکیں۔ میری عادت تھی۔ میں جب کوئی نئی چیز لیتی تھی تو سب کو خوشی سے بتاتی تھی۔ آہ.....! آہستہ آہستہ عباد نے گھر میں ہر ضرورت کی چیز لے دی۔ ایک کمرے کا فرنیچر تو پورے گھر کے لیے بہت کم تھا پر عباد نے آہستہ آہستہ سب چیزیں لے لی تھیں۔ صوفے، کرسیاں، نئے پلنگ بھی.....وغیرہ وغیرہ۔

میرے دونوں بچے پڑھائی میں بہت اچھے تھے۔ وہ اپنے سکول میں پوزیشن ہولڈر رتھے اور خاندان میں بھی سب سے زیادہ لائق فائق بچے تھے۔ اللہ کا شکر ہے۔ میں نے ان کی پڑھائی پر خاص توجہ دی تھی۔ میں اور عباد بھی کم پڑھے لکھے نہیں تھے۔ ماں باپ کو جس چیز کی اہمیت کا اندازہ ہو تو اپنی اولاد کو بھی اس کے بارے میں بتاتے ہیں۔ اچھی بری باتیں اس بارے میں بھی سسنے کو ملتی تھیں۔ کوئی مبارک دیتا تو کوئی حسد.....اللہ کی پناہ.....

میں نہیں جانتی کہ بسترِ مرگ پہ لیٹے ہوئے میں یہ سب کیوں سوچ رہی ہوں؟ شاید میں اپنی اسی غلطی کے بارے میں سوچ رہی ہوں جو میرے نزدیک غلطی نہیں تھی۔ مجھے اس وقت اس چیز کا احساس ہوا جب.....پانی سر سے گزر چکا تھا۔

☆☆☆☆☆

مجھے اللہ نے سب کچھ دیا۔

اب میرا فوکس اپنے کپڑوں کی طرف تھا۔ میں چاہتی تھی کہ ہم سب اچھے کپڑے پہنا کریں۔ ایسا نہیں تھا کہ پہلے ہم برے کپڑے پہنتے تھے مگر اب جیسے زیادہ اچھے کپڑے پہننے کی خواہش تھی۔ میں برانڈ کانشیئس تو ہر گز نہیں تھی پر مجھے اب اچھے برے رویوں کی طرح اچھے برے کپڑے کی بھی پہچان ہو چکی تھی۔

''بہت پیارا سوٹ پہنا ہے فرح۔ کون سے برانڈ کا ہے؟'' مجھ سے یہ سوال بھابھی نے کیا تھا۔

''برانڈ کا تو نہیں ہے۔ عام بازار سے ہی لیا ہے۔'' میں نے کہا۔

''سچی؟ لگتا تو بالکل نہیں۔ دیکھنے سے کسی مہنگی دکان کا لگتا ہے۔'' وہ ستائشی نظروں سے بار بار میرا سوٹ دیکھ رہی تھیں۔ کبھی کپڑا دیکھتیں تو کبھی ڈیزائن۔ مجھے لگا وہ میرا سوٹ دیکھ کر خوش رہی ہیں۔ شاید ہو بھی رہی ہوں پر.....مجھے اندازہ تھا کہ اب میری اس چیز پر بھی اعتراضات اٹھیں گے۔ پتا نہیں کیوں؟ بھلا میں ان کے پیسوں سے سوٹ لیتی تھی؟

''عام بازار میں بھی اچھے کپڑے مل جاتے ہیں۔ میں تو نہیں جاتی کسی برانڈ وغیرہ پہ۔ وہاں سے جتنے میں ایک سوٹ آنا ہے بندہ اتنے میں دو تین بنالیتا ہے۔'' میں نے کہا۔ بھابھی نے فقط اثبات میں سر ہلایا۔ میں چپ کر گئی۔

وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اب میری چوائس اچھی ہوتی جا رہی تھی۔ میرے بچوں کے کپڑے بھی بہت اچھے ہوتے۔ عباد کے دوست بھی اکثر ان کے کپڑوں کی تعریف کیا کرتے تھے اور خاندان والے بھی۔ مجھے بہت خوشی ہوتی تھی۔ عورت کے

لیے یہ بہت خوشی کی بات ہوتی ہے کہ اس کے شوہر اور بچوں کے کپڑوں کی تعریف کی جائے۔اس سے عورت کے رکھ رکھاؤ کا پتا چلتا ہے۔

''فرح لوگوں کے کپڑے پورے خاندان میں سب سے اچھے ہوتے ہیں۔فرح کی چوائس تو اب بہت اچھی ہو گئی ہے۔پہلے کتنے عام سے سوٹ پہنا کرتی تھی مگر جب سے نئے گھر میں گئی ہے تب سے تو اس کے رہن سہن ہی بدل گیا ہے۔بچے اور عباد کے کپڑے بھی بہت اچھے ہوتے ہیں۔'' یہاں تک تعریف تھی پر آگے کا جملہ ویسا ہی تھا۔حسد سے بھرپور.....

''کہتی تو یہی ہے کہ عام بازار سے ہی خریدتی ہے مگر اب اتنا اچھا کپڑا عام بازار میں تو نہیں ملتا۔ہم بھی اسی بازار جاتے ہیں۔ ہمیں تو اتنے اچھے کپڑے نہیں ملتے۔مانتی نہیں کہ برانڈڈ کپڑے لیتی ہے۔بھلا چھپا کر کیا کرے گی؟'' حاسد.....

جب میں عام بازار سے ہی لیتی ہوں تو میں کیوں جھوٹ بولوں گی؟ یہ تو سب کی اپنی اپنی چوائس ہوتی ہے۔کسی کو ایک چیز پسند آتی ہے تو ضروری نہیں وہ اچھی بھی ہو۔یہ اس کی اپنی پسند ہے۔مجھے اللہ نے اس معاملے میں بھی اچھی سمجھ بوجھ دی تھی۔ مجھے وہ کپڑا ہی پسند آتا تھا جو بہت ہٹ کے ہوتا تھا۔کپڑوں کے ڈیزائن وغیرہ بھی جو سب سے ہٹ کر لگتے میں وہی لیتی تھی۔بھئی یہ میری پسند تھی۔اس میں کیا مسئلہ ہے اب؟

اچھا حیرت اور دکھ کی بات تو یہ تھی کہ ہمیشہ میری ہی چیزوں کو اتنے غور سے دیکھا جاتا تھا۔میرے ہی بچوں کو ڈسکس کیا جاتا تھا۔میرے ہی گھر کے بارے میں باتیں کی جاتی تھیں۔یوں جیسے دنیا میں اور کوئی ٹاپک ہی نہیں بچا تھا۔میں نے کبھی ایسے کسی کو ڈسکس نہیں کیا تھا۔

یہ میری عادت.....

☆☆☆☆☆

''میں نے نئی فریج لی ہے۔''

میں نے بہت خوش ہو کر سب کو بتایا تھا۔میری خوشی تو میرے چہرے سے نمایاں تھی۔اب میں سوچتی ہوں کہ بھلا اس وقت مجھے سب کے چہرے پڑھنے کیوں نہیں آتے تھے؟اس وقت مجھے کیوں اتنی ناسمجھ تھی؟

''واہ۔کتنے کی لی ہے؟''

''ہائے فرح،رکھو گی کدھر؟''

''تمہارے کچن میں جگہ ہے کیا؟''

''پرانی فریج کا کیا کرو گی؟''

''اتنی چھوٹی سی فیملی ہے تمہاری،بھلا بڑی فریج کی کیا ضرورت تھی؟''

''یہ تو جمبو سائز ہے واہ۔''

''تمہارے جیٹھ اگر مجھے بھی ایسی فریج لے دیں تو کیا ہی بات ہے۔''

''کاش.....''

''عباد تو تمہارا ہر حکم مانتا ہے۔ ہمیں بھی یہ گڑ سکھادو فرح۔''

''مبارک ہو آنٹی آپ کو۔ اللہ یصیب کرے آپ کو یہ فریج۔''

''فرح بہت بہت مبارک ہو۔ بڑی خوشی ہوتی ہے اپنے چھوٹے بھائی کو اتنی ترقی کرتا دیکھ کر۔''

دو جملے اچھے اور بیس برے۔ میں نے ہمیشہ کی طرح یہ بھی نظر انداز کر دیا۔ میں نے سب کو فریج لینے کی خوشی میں مٹھائی بھیجی۔ مجھے.....لگا.....اب پھر سے وہی وہی جملے دہرانے کا کوئی فائدہ نہیں۔

☆☆☆☆☆

نصیب.....

اللہ نے سب کی قسمت خود تحریر کی ہے۔ اس میں کوئی دو رائے نہیں ہے۔ جس کی قسمت میں جو ہو گا وہ اسے مل کر ہی رہنا ہے۔ کوئی بھی کسی سے اس کا نصیب چھین نہیں سکتا۔ وہ کہتے ہیں ناں، دانے دانے پہ لکھا ہے کھانے والے کا نام۔ یہ سچ ہے۔ ایسا ہی ہوتا ہے۔ ایسا ہی لکھا جا چکا ہے۔ آج میں نے کچھ بھی نہیں کھانا۔ میں نے بس پانی کی دو بوندیں اپنے اندر اتاری ہیں۔ میری بڑی فریج میں سب کچھ پڑا ہے۔ مجھے یاد ہے ابھی پچھلے دنوں ہی میں سٹور سے فروزن فوڈ لائی تھی۔ میرا جب کبھی دل کرتا میں شام کی چائے کے ساتھ کچھ نگٹس وغیرہ تل لیا کرتی تھی۔ آج ایسا نہیں ہے۔ آج مجھے چائے کی طلب بھی نہیں ہے۔ مجھے نگٹس نہیں کھانے۔ میں کھا ہی نہیں سکتی۔ وہ آج کے دن میرے نصیب میں نہیں ہیں۔ میں نے اپنے نصیب میں لکھا سب کچھ کھا لیا ہے۔ سب کچھ پا لیا ہے۔ اپنے نصیب کا ہر حصہ میں نے جی لیا ہے۔ جتنے کپڑے پہننے تھے پہن لیے۔ جتنے دن میرے نصیب میں میرا گھر تھا وہ میں نے جی لیا۔ جتنا کچھ میں نے زندگی میں حاصل کرنا تھا کر لیا۔ اب کیا ہے؟ یہ سب آج کے دن کیوں نہیں ہے؟ فریج وہیں ہے۔ چیزیں وہیں ہیں۔ سب کچھ ویسا ہی ہے پر.....اب میرا نصیب نہیں ہے۔ مجھے اب وہ کھانا نصیب نہیں ہو سکتا۔ میں نے اپنا حصہ پورا پورا لیا ہے۔

وہ میرا حصہ تھا.....کسی اور کا نہیں.....

اب دوسروں کو میرے نصیب سے کیا مسئلہ ہے؟

میں نے وہ سب اللہ کے فضل سے حاصل کیا۔ اللہ نے وہ میرے نصیب میں لکھا تھا۔ میں اپنے اللہ سے مانگتی تھی۔ میں نے کسی دوسرے کے نصیب سے تو یہ سب نہیں چھینا۔ جو میرا ہے ہی نہیں وہ مجھے کیسے مل سکتا ہے؟ اللہ کا قانون ایسا نہیں ہے۔ اب میرے جیٹھ کے پاس عباد سے کئی گنا زیادہ پیسہ ہے۔ عباد ان سے یہ چھین نہیں سکتے۔ کوئی بھی نہیں چھین سکتا۔ ایسا ممکن ہی نہیں۔ وہ ان کے نصیب کا ہے اور وہ عباد کے نصیب کا۔ اللہ کی تقسیم ہی ایسی ہے۔ کسی کو کم دیا ہے اور کسی کو زیادہ۔ اب جو بندہ ناشکری ہی

کرتا رہے گا تو اسے زیادہ کیسے ملے گا؟ حاسد کبھی رَج نہیں سکتا۔ اسے ناشکری کی عادت پڑ چکی ہے۔ جبکہ اللہ کا قانون ہے کہ اگر تم شکر کرو گے تو ہی زیادہ دیا جائے گا۔ حاسد ناشکرا ہے۔ اسے زیادہ نہیں مل سکتا۔

حسد نہیں.....رشک کرنا چاہئے.....

☆☆☆☆☆

اس وقت فاطمہ میرے گھر ہی تھی۔ میں اسے بتا رہی تھی کہ میں نے عباد کو صوفہ کم بیڈ لینے کا کہا ہے۔

''تمہاری بڑی چچی سے بھی ڈسکس کروں گی۔ کیا پتا وہ کوئی اچھا مشورہ دے دیں۔'' میں اپنی ہی بات پر اب ہنس رہی ہوں۔

''آنٹی ایک بات کہوں؟'' فاطمہ سنجیدہ لگتی تھی۔

''ہاں کہو۔''

''آنٹی آپ ہر ایک کو نہ بتایا کریں آپ نے کیا چیز لی ہے۔ آپ کو شاید نہیں پتا کہ ہر کوئی خوشی سے آپ کی چیزوں کو نہیں دیکھا۔ انہی میں بہت سے لوگ حاسد ہیں۔''

میں فاطمہ کی بات سن کر اتنا حیران ہوئی۔ وہ مجھ سے کتنی چھوٹی تھی اور مجھے کتنی عقل کی بات بتا رہی تھی۔ مجھے اس وقت احساس ہوا تھا اپنی غلطی کا۔ مجھے اس قت لگا کہ میری عادت بہت بری تھی۔ میں سب کو اپنی ترقیوں کے بارے میں بتاتی تھی اور آگے سے.....تب سے ہی میں نے فاطمہ کی بات کو اپنے پلو سے باندھ لیا۔ اس کی بات واقعی میرے دل کو لگی تھی۔

''آپ کو نہیں پتا آنٹی لوگ آپ کو اتنی باتیں کرتے ہیں۔ آپ نہ بتایا کریں کسی کو بھی اپنے بارے میں۔ آپ کی نیت میں جانتی ہوں لیکن لوگ نہیں جانتے۔ وہ سمجھتے ہیں آپ ان کو نیچا دکھانے کے لیے ایسے کہتی ہیں۔ آپ اپنے بارے میں بس چاچو اور اپنے بچوں کو بتایا کریں۔ یہ لوگ آپ کے سگے نہیں ہیں۔ وہ حسد کرتے ہیں اور عجیب عجیب باتیں بناتے ہیں۔ میں کافی دنوں سے آپ کو یہ کہنا چاہتی تھی پر کبھی ہمت ہی نہ ہوئی۔ اب آپ نے صوفی لینا ہے تو لیں ہر کسی کو بھی نہ بتائیں۔ کسی کو بھی فرق نہیں پڑے گا پر لوگوں کی باتوں اور حسد سے آپ کو فرق ضرور پڑے گا۔''

اچھی عادتیں کبھی کبھی نقصان دیتی ہیں۔

واقعی.....ایسا ہی میرے ساتھ ہوا تھا۔

فاطمہ تو چلی گئی اور میں کتنی ہی دیر گنگ بیٹھی رہی۔ میرے ذہن میں صرف فاطمہ کی باتیں ہی گونج رہی تھیں۔

☆☆☆☆☆

پھر میں نے اپنی عادت بدل لی۔

میں سب سے ملتی ضرور تھی۔ میرے جوتے کپڑوں کی اسی طرح تعریف ہوتی تھی مگر اب میں کسی کو بھی یہ نہیں بتاتی تھی کہ یہ سوٹ میں نے کتنے کا لیا ہے اور میں نے کتنے نئے سوٹ بنائے ہیں۔ میں نے عباد کے ساتھ جا کر صوفہ کم بیڈ کا آرڈر دے دیا

تھا مگر میں نے واپس آ کر کسی کو بھی نہیں بتایا تھا کہ میں کیا بننے دے کر آئی ہوں۔ مجھے وہ بات یاد آئی کہ جب چاند چڑھتا ہے تو دنیا خود ہی دیکھ لیتی ہے۔ جب صوفہ آئے تو لوگ دیکھ لیں گے۔

ہاں، مجھے دکھ ضرور ہوا تھا کہ یہ عباد کے سگے بہن بھائی ہیں جو ان کی ترقیوں سے حسد کرتے ہیں۔ حسد.....ایسا سوچ کر ہی عجیب لگ رہا تھا۔ خونی رشتے.....حاسد.....

میں نے اپنے بیٹے کا اسکول بدل لیا تھا اور اب وہ پہلے سے زیادہ اچھے اور مہنگے اسکول میں جاتا تھا۔ میں نے یہ بات بھی کسی کو نہیں بتائی۔ بتاتی بھی کیوں؟ مجھے پھر سے وہی سب سننا پڑتا۔

اوپر والے کمرے میں اے سی لگ چکا تھا۔ میں نے یہ بات بھی کسی کو نہیں بتائی۔ یہ بات ایک سال ک چھپی ہی رہی۔ میں سال پہلے بتاتی تو سال پہلے ہی پتا چل جاتا۔ میں نے باتیں چھپانا سیکھ لیا تھا یا یہ کہوں کہ خود کو سکیور کرنا سیکھ لیا تھا۔

جملے بدل گئے تھے.....حسد ہنوز تھی.....

میری خوشی برقرار رہی.....کسی کو میری خوشی ہضم نہ ہوئی.....

☆☆☆☆☆

عباد اس وقت میرے سامنے بیٹھے تھے۔

''فرح، تم نے میرے گھر کو جنت بنا دیا ہے۔ میں نے کبھی نہیں سوچا تھا تم اتنے اچھے سے اس گھر کو بناؤ گی۔ میں جب گھر آتا ہوں مجھے بہت سکون ملتا ہے۔ تم ہمارے بچوں کی اتنی اچھی تربیت کر رہی ہو۔ یو آر جسٹ پرفیکٹ۔'' عباد بہت خوش تھے۔

مجھے اٹھارہ سال لگے تھے عباد کے منہ سے یہ الفاظ سننے میں۔ سوچوں تو ہنسی آتی ہے۔ عباد نے کبھی کھل کر اظہار نہیں کیا تھا۔ مجھے ان کی بات سن کر خوشی بھی ہوئی تھی اور دکھ بھی۔ دکھ اس بات کا کہ اٹھارہ سالوں بعد ان کو اس چیز کا احساس ہوا؟ میں گلہ نہیں کر رہی پر.....اس وقت مجھے یہی محسوس ہوا تھا۔ اب سوچتی ہوں کہ چلو انہیں احساس تو تھا ناں۔

''یہ میرا فرض ہے۔ اور یہ گھر ہم سب کا ہے۔ ہم دونوں نے اسے مل کر بنایا ہے عباد۔'' میں نے مسکراتے ہوئے انہیں جواب دیا تھا۔

''چلو تمہارے لیے ایک سرپرائز ہے۔''

''میرے لیے؟''

''ہاں ناں۔ چلو اب اٹھو۔ چادر لے آؤ۔'' عباد اٹھ کھڑے ہوئے۔

میں چادر لے کر آ گئی اور اسی طرح عباد کے پیچھے بائک پر بیٹھ کر ان کے ساتھ چل پڑی، جیسے وہ ساتھ سال پہلے وہ مجھے گھر دکھانے لے کر جا رہے تھے۔

''ہم کہاں جا رہے ہیں؟'' میں نے عباد سے پوچھا۔

''تھوڑا سارہ گیا ہے بس۔''

''جلدی کرنا، بچے آنے والے ہیں۔''

''ابھی دو بچے آنا ہے انہوں نے۔ایک گھنٹہ تو ہے ہمارے پاس۔''عباد بہت خوش تھے۔میں مسکرادی۔

تھوڑی دیر بعد عباد نے ایک دکان کے آگے بائیک روک دی۔

''بس ایک منٹ۔''وہ کہہ کر بائیک سے اترے اور دکان کھولنے لگے۔میں ایک طرف ہو گئی۔

''یہ دیکھو فرح۔''

وہاں.....سامنے.....میری ایک اور دعا تھی.....مقبول دعا.....ایک اور منت.....اللہ سے ایک اور التجا.....میرا نصیب.....ہماری.....پہلی.....گاڑی.....

حیرت سے میرا منہ کھل گیا۔میری آنکھوں میں آنسو تھے۔عباد نے مجھ سے کچھ نہیں کہا تھا مگر میں سمجھ چکی تھی کہ گاڑی ہماری ہی ہے۔اللہ تیرا لاکھ لاکھ شکر۔

وہ میرا ہاتھ پکڑ کر دکان کے اندر لے گئے۔ہماری گاڑی کے پاس.....

''کیسی لگی؟''عباد نے مجھ سے پوچھا۔

میں رونے لگی اور عباد نے میرا سر اپنے کندھے سے لگالیا۔

''فرح رویا مت کرو۔''

''خوشی کے آنسو ہیں عباد۔''

''میں تمہیں پہلے ہی بتانا چاہتا تھا مگر میں نے سوچا تمہاری ایکشن دیکھوں گا۔اللہ نے تمہاری ایک اور دعا سن لی فرح۔''

''الحمد اللہ۔''

ہم رات کو گاڑی پہ سیر کرنے گئے۔اس سے پہلے ہم بائیک پہ جاتے تھے۔آج گاڑی کی فرنٹ سیٹ پر بیٹھ کر مجھے اتنی خوشی ہوئی تھی کہ میں بتا نہیں سکتی۔میرے بچے پیچھے بیٹھے تھے۔وہ بھی خوش نظر آرہے تھے۔گاڑی چلاتے عباد کی آنکھوں میں بھی خوشی تھی۔میں مسلسل منہ میں اللہ کی حمد و ثناء بیان کر رہی تھی جس نے مجھے ہر چیز دی تھی۔

اللہ کے علاوہ کون ہے جو انسان پہ اتنی مہربانیاں کرتا ہے؟بس انسان کے دل میں ایمان ہونا چاہئے۔

گاڑی کا میں نے صرف اور صرف اپنی امی کو ہی بتایا تھا۔میری ماں تو میرے ساتھ بہت مخلص تھیں۔عباد کے ابو کا انتقال ہو چکا تھا ورنہ میں انہیں بھی بتاتی۔ماں باپ تو اولاد سے بے لوث محبت کرتے ہیں۔ان کے لہجوں اور رویوں میں حسد نہیں ہوتا۔

☆☆☆☆☆

''فرح تو بدل ہی گئی ہے۔اب تو کوئی بات بتاتی ہی نہیں۔صوفہ خریدا تھا پر بتایا نہیں۔''

''ہاں،اوپر والے کمرے میں اے سی بھی لگوالیا۔اس کا بھی نہیں بتایا۔''

''میں نے کہا تھااسے کہ تم نے بتایاہی نہیں تو کہتی کہ ذہن سے ہی نکل گیا تھا۔ بھلا یہ کوئی چھوٹی بات ہے جو ذہن سے نکل جائے؟''

''پہلے تو بڑاخوش ہو ہو کر بتاتی تھی ہمیں سب کچھ۔یہ لیاہےاور وہ لیاہے۔اب نجانے کیاہو گیااسے؟''

''بیگم صاحبہ بن گئی ہے ناں اب۔ بھئی اچھا کھاتی ہے اچھا پہنتی ہے۔ سب کچھ تو اتنا اچھا ہے اس کے پاس پھر بندے میں غرور اور تکبر تو آہی جاتاہے۔''

میں اس وقت ان کے گھر جارہی تھی جب میں نے انہیں یہ باتیں کرتے سن لیا۔

اس وقت فاطمہ کمرے میں آئی۔ کسی نے مجھے نہیں دیکھا تھا۔

''آپ لوگ آنٹی سے حسد کیوں کرتے ہیں؟آنٹی کو یہ سب اللہ نے دیاہے۔اچھای کرتی ہیں وہ آپ کو اب اپنی باتیں نہیں بتاتیں۔ آپ دونوں نے بس ان سے حسد ہی کرنی ہوتی ہے۔ آپ بھی اللہ سے مانگیں۔ وہ آپ کو بھی دے گا۔ آپ لوگ جتنی انرجی آنٹی سے حسد کرنے میں ضائع کرتی ہیں اگر اتنی شدت سے دعا کرنے میں لگادیں تو آپ کے پاس بھی وہ سب کچھ ہو۔ آنٹی فرح تو میری آئیڈیل ہیں۔ میں اللہ سے دعا کرتی ہوں کہ مجھے ان جیسی زندگی ملے۔''

فاطمہ کے لہجے میں اپنی ماں اور چچی کے لیے حقارت اور افسوس تھا۔ میں پھر وہاں نہیں رکی۔ مجھے پیچھے سے ان دونوں کی آوازیں آرہی تھیں مگر میں نے زیادہ دھیان نہ دیا۔

میری آنکھوں میں آنسو تھے۔

☆☆☆☆☆

''خوشی اور نظر.....

خوشی مطمئن ہونے کا نام ہے۔انسان کے پاس جو ہے اسے اس میں اپنی خوشی تلاش کرنی چاہئے۔جو نہیں ہے اسے پانے کی کوشش کرے اور دعا۔ باقی کا کام ربِ کریم کا ہے۔ تھوڑے میں شکر کرنے والوں کو ہی اللہ زیادہ دیتاہے۔ دوسری بات اس کے الٹ ہے۔ ہر کسی کے پاس ۹۹ چیزیں ہیں اور وہ صرف ایک کے پیچھے رو رہاہے تو وہ بے وقوف ہے۔ اسے ۹۹ کا شکر ادا کرنا چاہئے تاکہ اسے وہ ایک چیز بھی مل جائے۔ شکر، خوشی کو بڑھاتاہے۔ شکر انسان کو بہت کچھ عطا کرتاہے۔ شکر میں سکون ہے۔

نظر برحق ہے۔ جو حاسد ہو گا وہ دوسروں کی چیزوں کو نظرِ بد سے دیکھے گا۔ حاسد چاہتاہے کہ جو اس کے پاس نہیں اور دوسرے کے پاس ہے، وہ دوسے کے پاس بھی نہ رہے۔ یہی حسد ہے۔ حسد اسلام میں حرام ہے۔ کسی دوسرے کو حسد کی نگاہ سے دیکھنا حرام ہے۔ دوسری بات اس سے الٹ ہے۔ انسان کو رشک کرنا چاہئے۔ رشک کیاہے؟ دوسرے کے پاس کوئی چیز دیکھنا اور نیک دل سے خواہش کرنا کہ اللہ نے اسے یہ چیز دی ہے تو وہ مجھے بھی دے سکتاہے۔ پھر اللہ سے دعا کرنا۔ یہ رشک ہے۔ رشک

جائز ہے۔ سب کو اللہ نے ہی سب دیا ہے۔ اللہ کی مرضی کے بغیر کے تو کسی کے پاس کوئی بھی چیز نہیں آسکتی۔ جلنا، حسد کرنا، یہ کمزور ایمان والے کا کام ہے۔ اپنا ایمان مضبوط رکھیں۔ اللہ سب کو وہ سب دے گا جو ہمارے نصیب میں لکھا ہے۔''

میں مدرسے گئی تھی۔ وہاں درس ہو رہا تھا۔ اس دن کا ٹاپک یہی تھا۔

''اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا کہ '' نظرِ بد حق ہے۔ اگر کوئی چیز جو تقدیر پر سبقت لے جانے والی ہوتی تو وہ نظرِ بد ہوتی۔''

ایک اور حدیث میں آتا ہے کہ ''میری امت میں اللہ کی کتاب (لوحِ محفوظ)، اس کے فیصلے اور تقدیر کے بعد سب سے زیادہ تعداد نظرِ بد کے اثرات سے مرنے والے ہوں گے۔'' خدا کی پناہ۔ نظر انسان کو کھا جاتی ہے۔ کسی سے حسد نہ کرو۔ اللہ نے کسی دوسرے انسان کو وہ چیز دی ہے تو ہمیں بھی دے سکتا ہے۔ اللہ سے مانگنا چاہئے۔

اس کے علاوہ ایک اور حدیث میں آتا ہے کہ '' نظرِ بد ایک اچھے بھلے انسان کو قبر میں اور اونٹ کو ہنڈیا میں داخل کر دیتی ہے۔''

آخری حدیث سناؤں گی جس میں آتا ہے کہ '' نظر پتھر کو بھی پھاڑ دیتی ہے۔''

حسد کر کے کیا حاصل؟

معلمہ کچھ اور بھی بول رہی تھی۔ وہ حسد کرنے سے منع کر رہی تھی۔ وہ دوسروں کی خوشیوں میں خوش ہونے کا کہہ رہی تھی مگر میں..... میں کسی اور ہی سوچ میں گم تھی۔ تو کیا مجھے بھی نظر بد کھا جائے گی؟ کیا میں بھی قبر میں چلی جاؤں گی؟ کیا مجھے بھی نظر لگی ہے؟ کیا میں سب کی نظروں میں ہوں؟

میں نے گھر جا کر دو نفل پڑھے۔ میں نے اللہ سے اس کی پناہ چاہی۔

پر..... مجھے نظر لگ چکی تھی۔

نظر.....

نظرِ بد.....

☆☆☆☆☆

''فرح اٹھو۔ کیا ہو گیا ہے؟ اتنی دیر سے آوازیں دے رہا ہوں۔ ناشتہ بنا دو میں لیٹ ہو رہا ہوں۔'' عباد مجھے آوازیں دے رہے تھے مگر مجھ سے بولا بھی نہیں جا رہا تھا۔ مجھے اٹھا نہیں جا رہا تھا۔ میں ہلنا چاہ رہی تھی مگر بے سود.....

''فرح کیا ہوا ہے؟'' عباد نے مجھے کندھے سے تھام کر سیدھا کیا۔ میری پیشانی پہ ہاتھ رکھا اور ایک دم پیچھے کر لیا۔

''فرح، تمہیں تو اتنا تیز بخار ہے۔'' عباد کی آواز میرے کانوں سے ٹکرائی۔ میں جواب نہ دے سکی۔ آج بچے بھی اسکول نہیں بھیجے گئے تھے مجھ سے۔ اچانک میری طبیعت خراب ہو گئی تھی۔

''میں ڈاکٹر کو بلا کر لاتا ہوں۔''عباد پریشانی میں کہہ کر چلے گئے۔بچوں سے کہا کہ ماں کے پاس بیٹھو۔میرے بچوں نے مجھے سیدھا کر کے بٹھایا۔ڈاکٹر کے آنے سے پہلے میں خود کو چادر میں چھپا چکی تھی۔

ڈاکٹر نے مجھے دوائی دی تو مجھے سکون آیا۔اگلے دن میں ٹھیک ہو گئی پر.....

پھر یہ سلسلہ چلتا رہا۔

میں بیمار رہنے لگی۔ کبھی کمزوری، کبھی بخار تو کبھی سر درد۔

میں نے ایک عورت رکھ لی تھی جو گھر کا کھانا بنا دیا کرتی تھی۔میرا علاج چل رہا تھا۔ڈاکٹرز نے مجھے کچھ ٹیسٹ لکھ کر دئے کیونکہ کافی بار میں بیمار ہو چکی تھی۔

میری.....رپوٹس.....آگئی.....تھیں.....

مجھے.....کینسر.....تھا.....

میں.....مرنے.....والی.....تھی.....

کینسر.....کی.....آخری.....سٹیج.....تھی.....

☆☆☆☆☆

کیسا محسوس ہوتا ہے جب انسان کو پتا ہو کہ وہ موت کے بہت قریب ہے؟اس وقت انسان کی کیا ترجیحات ہوتی ہیں؟وہ کیا سوچتا ہے؟مجھے موت سے ڈر نہیں لگتا تھا۔میرا ایمان اتنا مضبوط تھا کہ میں موت کو قبول کرنے میں کوئی دریغ نہ کرتی۔میں پیدا ہونے سے پہلے ہی اپنا مکمل وقت لکھوا کر آئی تھی۔نہ ایک قدم آگے اور نہ ایک قدم پیچھے۔بس میرے سامنے صرف تین ہی چہرے آتے تھے۔میرے دونوں بچے اور عباد۔ان کا کیا ہو گا؟اس گھر کا کیا ہو گا؟میری زندگی اتنی ہی ہے؟کیا میں اپنے بچوں کی خوشیاں نہیں دیکھ پاؤں گی؟کیا سب.....کیا سب ختم؟

میں نے اپنی بیماری کے بارے میں بھی کسی کو نہیں بتایا تھا۔میں سب کو نیم حکیم نہیں بنانا چاہتی تھی۔سب کے اپنے مشورے،اپنے ٹوٹکے ہونے تھے۔مجھے اب بہت برا لگتا تھا کہ کوئی میرے بارے میں بات کرے۔میں نے ایک دو بار سب کو سنا بھی دیا تھا کہ لوگ بس دوسروں کو حسد کی نگاہوں سے دیکھتے ہیں۔اللہ جانے کون تھا وہ عقلمند جسے اشارہ ہی کافی تھا؟اور ویسے بھی اب مجھے اپنی باتیں چھپانی آگئی تھیں۔بیماری کا بتاتی تو سب نے میرا ڈاکٹر بن جانا تھا۔فلاں ڈاکٹر کے پاس جاؤ۔فلاں کو بھی یہی مسئلہ تھا۔وہ اسی سے مرا تھا۔فلاں چیز کھاؤ۔فلاں یہ فلاں وہ.....بس.....اب نہیں۔

میں جانتی تھی کہ اب میری زندگی اسی بیماری سے ختم ہو گی۔میں نے اس حقیقت کو قبول کر لیا تھا۔مجھے بس میرے بچوں کی فکر تھی۔وہ ایک بادشاہ تھا کسی زمانے میں۔وہ بہت ظالم تھا مگر جب اس کی موت کا وقت قریب آیا تو اس نے کہا کہ اسے اپنے

بچوں سے ملنا ہے۔ اتنا ظالم شخص تھا پر مرنے سے پہلے اسے بچوں کی فکر تھی۔ میں تو ظالم نہیں تھی پر میں مرنے والی تھی۔ میرے بچے..... میرا گھر..... عباد.....

سب ختم.....

☆☆☆☆☆

میری بیماری کا صرف عباد کو ہی پتا تھا۔ وہ میرے ساتھ ساتھ رہے ہر جگہ۔ میرے بچے کینسر کے نام سے ناواقف تھے۔

میری کیمو تھیراپی شروع ہو چکی تھی۔

اس وقت میں کنگھی کر رہی تھی..... میں جانتی تھی کہ میرے بال اتر رہے ہیں..... میرے بچے میرے ساتھ ہی تھے..... میں بال چھپانا چاہتی تھی مگر میں ایک گچھا کیسے چھپاتی؟

میں نے بچوں کو بتانے کا فیصلہ کیا۔

''میرا علاج ایسے ہو رہا ہے جیسے کینسر کے مریضوں کا علاج کرتے ہیں۔'' میں نے بالوں کو کنگھی سے الگ کیا۔

''اللہ معاف کرے ماما، کیسی باتیں کر رہی ہیں؟''

میں رونے لگی۔

کینسر..... میرے بچوں کو اس کا نام بھی نہیں پتا ہو گا شاید۔ پتا بھی ہو تو کوئی اپنی ماں کے بارے میں ایسا نہیں سوچتا کہ کبھی اسے کینسر ہو سکتا ہے۔ ایسا تو تصور بھی نہیں کیا جاتا۔

''تم دونوں میرے لیے دعا کرنا۔'' میں نے روتے ہوئے کہا تو میرے بچے مجھ سے لپٹ گئے۔ ہم سب رونے لگے۔

میں انہیں کینسر کے بارے میں نہ بتا سکی۔

☆☆☆☆☆

اگلے دن مجھے کیمو لگنی تھی۔ میں آج پھر سے مدرسے گئی تھی۔ درس کا ٹاپک آج بھی وہی تھا۔

خوشی اور نظر.....

میں تھوڑی دیر سے آئی تھی۔ معلمہ نے نظرِ بد پر بات کر لی تھی۔

''اپنی خوشیاں دوسروں کو نہ بتاؤ۔ ہر کوئی خوش نہیں ہوتا۔ کوئی حاسد بھی ہوتا ہے۔ یہ رسول پاک کا فرمان ہے جس کا مفہوم میں نے بتایا ہے۔ اپنی خوشیاں صرف اپنی اولاد، اپنے شوہر اور اپنے ماں باپ کو بتاؤ۔ بہن بھائیوں میں ہی حاسد ہوتے ہیں۔ جن کا آپ کو لگتا ہے کہ وہ آپ سے حسد نہیں کرتے تو آپ انہیں بتا سکتے ہیں۔ ہر بہن بھائی بھی حاسد نہیں ہوتا۔ آپ نے حاسدین کو تلاش کرنا ہے اور ان سے اپنی خوشیاں چھپانی ہیں۔ خوشی کو اپنے گھر میں ڈھونڈیں۔ اپنے اندر تلاش کریں۔ حاسدین سے بچیں۔

میرا خیال ہے کہ اب ہم اتنے عقلمند تو ہو چکے ہیں کہ حاسد اور دل سے خوش ہونے والوں میں فرق کر سکیں۔اللہ ہم سب کو حاسدین سے بچائے۔

وَمِنْ شَرِ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ۔

''اور حسد کرنے والے کے شر سے، جب وہ حسد کرتا ہے۔''

میں سوچ میں پڑ گئی۔

میں نے سب حاسدین کو ہی اپنی خوشیاں بتائی ہوئی تھیں۔فاطمہ کے مجھے منع کرنے کے بعد میں ایسا نہیں کیا تھا پر اب جب میں نے حدیث پاک سنی تو مجھے اور رونا آرہا تھا۔میں نے کیوں یہ کیا؟ مجھے کیوں حاسدین کی پہچان نہ ہوئی؟ میں کیوں اتنی ناسمجھ تھی؟

پر.....اب.....

اب تو سب ختم ہونے کو تھا۔

''اور حسد کرنے والے کے شر سے، جب وہ حسد کرتا ہے۔''

☆☆☆☆☆

عباد میرے ساتھ روزانہ ہاسپٹل جاتے تھے۔ڈاکٹر نے روزانہ آنے کا کہا تھا۔

''عباد، اگر میں مر گئی تو.....''

''کیا بول رہی ہو فرح؟ کیوں مرو گی تم؟''عباد نے میری بات کاٹی۔

''میں جانتی ہوں میں اسی بیماری سے.....''

''فرح پلیز۔کچھ اچھا نہیں بولنا تو تم چپ کر کے بیٹھو۔کچھ نہیں ہو گا تمہیں۔تمہاری عمر ہی کیا ہے ابھی؟''

''بیماری عمر دیکھ کر آتی ہے؟''

''مجھے نہیں پتا۔بس تم کچھ غلط مت سوچو۔ہم نے بہت لمبا سفر کرنا ہے ابھی۔''

عباد کس سفر کی بات کر رہے تھے؟ میرا سفر تو جلد ختم ہونے والا تھا پھر..... کیا وہ اکیلے سفر کریں گے.....اور میں..... میں یہاں نہیں ہوں گی.....

سب ختم.....

مجھے کیمو لگ گئی تھی۔ڈاکٹر نے کہا تھا کہ میرے بال اب اتر جائیں گے پر میرے بال تو پہلے ہی اترنا شروع ہو چکے تھے۔ میری اسٹیج آخری تھی اور مجھ پہ کیمو اثر نہیں کر رہی تھی۔مجھے احساس ہو رہا تھا۔شاید یہ سب لوگ مجھ سے یہ بات چھپا رہے تھے مگر مجھے بس سمجھ آرہا تھا۔

گاڑی میں بیٹھنے سے پہلے میں نے ماتھے سے پسینہ صاف کیااور ایسے ہی عام سے انداز میں چادر کے نیچے بالوں پہ ہاتھ پھیرا۔ میرا ہاتھ خالی نہیں نکلا تھا۔ ٹوٹے ہوئے بہت سے بال میری انگلیوں میں اٹکے ہوئے تھے۔ میری آنکھیں آنسوؤں سے بھیگ گئیں۔ عباد نے مجھے دیکھا۔ وہ بہت ہمت سے آنسو ضبط کیے بیٹھے تھے۔

''فرح، میرے ساتھ آؤ۔'' وہ میرا ہاتھ پکڑ کر واپس ہاسپٹل کے اندر لے گئے۔ مجھے ڈاکٹر کے روم میں بٹھایااور خود باہر چلے گئے۔ دو چار منٹ بعد وہ آئے تو ان کے ہاتھوں میں قینچی تھی۔ میں سمجھ گئی تھی وہ کیا کرنے والے ہیں۔

''روز روز کی اذیت سے اچھا تم ایک بار ہی انہیں کاٹ دو۔ جب تم ٹھیک ہو جاؤ گی تو تمہارے بال پھر سے آ جائیں گے ان شاء اللہ۔'' عباد کا لہجہ کمزور تھا۔ وہ رونا چاہتے تھے۔

میں نے دھیرے سے اثبات میں سر ہلایا۔

میں نے چادر اتار دی۔ میرے بال..... وہ بے جان سے لگتے تھے۔ سر کے کچھ حصوں میں تو بالکل بال نہیں تھے۔ میری جلد عیاں ہو رہی تھی۔

عباد میرے پیچھے کھڑے تھے۔ میں جانتی تھی وہ رو رہے ہیں۔

ان کے قدم آگے بڑھے۔

میں نے آنکھیں میچ لیں۔

آنسو میری گود میں ٹپک پڑے۔

عباد نے کپکپاتے ہاتھوں سے میرے بال پکڑے۔

قینچی چلنے کی آواز آئی۔

اور..... عباد کی سسکی کی بھی۔

میرا دل کانپ اٹھا۔

میں نے عباد کو کبھی ایسے روتے نہیں دیکھا تھا۔ مرد بھی رو پڑتا ہے۔

عباد نے مجھے اپنے ساتھ لگایااور بہت روئے۔ میں بھی روتی رہی۔

میرے بال گردن تک کٹ چکے تھے۔

اور میرا دل..... وہ پورے کا پورا.....

☆☆☆☆☆

حسن.....

خوبصورتی، کالی زلفیں، گورا رنگ، کالی آنکھیں، جوانی.....

یہ سب کیا ہے؟

کچھ بھی نہیں۔ سب ہوا ہے۔ دھواں ہے۔ دھوکہ ہے۔ فانی ہے۔ زوالی ہیں۔ جھوٹ ہے۔

میرا حسن مجھ سے چھن گیا تھا۔ یہ بال، یہ گورا رنگ، یہ سب اللہ نے مجھے دیا تھا۔ یہ سب اللہ نے مجھ سے لے لیا تھا۔ میں نے پہلے بھی کوئی اعتراض نہیں کیا تھا اور اب بھی نہیں۔ یہ اللہ کی امانت تھی۔ وہ جب چاہے واپس لیتا۔ میں کون ہوتی ہوں اعتراض کرنے والی؟

میرا گورا رنگ پیلا پڑ چکا تھا۔ میرے جسم میں خون کی کمی ہو چکی تھی۔ میری جلد سوکھ چکی تھی۔ بالکل خشک.....

میری آنکھوں کے نیچے گہرے ہلکوں نے قدم جما لیے تھے۔

اور میرا جسم ایک بیماری کی زد میں تھا۔

میرا حسن ختم ہو گیا تھا۔

جیسے مرد کا حسن اس کی داڑھی ہوتی ہے ویسے ہی عورت کا حسن تو اس کے بال ہوتے ہیں۔

میرے سر پہ بال نہیں تھے۔ میں نے حجاب لینا شروع کر دیا تھا۔ میں ہر وقت حجاب میں رہتی تھی۔ رات کو سوتے وقت بھی کہ اگر میرے بچے مجھے ایسے دیکھ لیں تو ان کے دل پہ کیا گزرے گی؟ میں انہیں کوئی تکلیف نہیں دینا چاہتی تھی۔

☆☆☆☆☆

میرے سسرالی رشتے اب میری صحت کو لے باتیں کرتے ہوں گے۔ مجھے فرق نہیں پڑتا۔

میرے حجاب پہ بات ہوئی پر میں نے کہا کہ اب میں نے حجاب شروع کر دیا ہے۔

میں جب کسی کے گھر جاتی یا کوئی آتا تو میں وِگ لگا لیتی۔

کیا کرتی میں؟

اب مجھے سب اپنے بچوں کی فکر تھی۔ وہ مجھے بہت حوصلہ دیتے تھے۔ وہ کینسر سے ابھی بھی ناواقف تھے پر میری حالت ان کے سامنے تھی۔ میں خود بھی بہت حوصلے میں تھی۔ میں نے اف تک نہیں کی تھی۔ میں اللہ کی رضا میں راضی تھی۔

ہر بیماری اللہ کی طرف سے ہی ہوتی ہے۔

باقی سب لوگوں کی پرواہ کرنا میں نے ترک کر دیا تھا۔ مجھے وہاں سے نظرِ بد کے علاوہ ملا ہی کیا تھا؟

وہ نظر مجھے قبر تک لے کر جا رہی تھی۔

☆☆☆☆☆

باتیں بڑھنے لگیں۔ میرے بالوں کے بارے میں سب کو شک پڑ گیا۔ اصل اور نقل میں فرق تو ہوتا ہے ناں۔

''فرح اپنے بال دکھاؤ۔'' میری بڑی جیٹھانی نے مجھ سے پوچھا۔ میں گھبرا گئی۔ تھوڑے ٹال مٹول کے بعد میرا ضبط توٹا اور میں رونے لگی۔ میں نے انہیں اپنی بیماری کے بارے میں بتادیا تھا۔ اللہ جانے..... وہ سچ تھا۔ میں نے جیسے ہی انہیں بتایا تھا، ان کی آنکھوں میں واضح آنسو تھے۔ مجھے اب چہرے پڑھنے آ گئے تھے۔ میں دعوی کر سکتی ہوں وہ سچے آنسو تھے۔ مجھے بہت اچھا لگا تھا انہیں میرے لیے آنسو بہاتا دیکھ کر۔

''فرح تم نے ہمیں کیوں نہیں بتایا؟ کیا ہم پرائے تھے تمہارے لیے؟'' بھابھی نے دکھ سے کہا اور رونے لگیں۔ میں انہیں ایک ٹک دیکھ رہی تھی۔ مجھے سمجھ نہیں آرہا تھا مجھے رونا چاہئے یا خوش ہونا چاہئے؟

''کل میرا آپریشن ہے۔ میں نے اسی لیے آپ کو بلایا ہے تاکہ بتا سکوں۔ ہو سکے تو مجھے معاف کر دینا آپ سب اگر مجھ سے کوئی غلطی ہو گئی ہو۔''

''کیسی اول فول باتیں کر رہی ہو تم؟ کوئی غلطی نہیں ہوئی تم سے۔ تم تو بہت اچھی ہو۔'' انہوں نے مجھے گلے لگایا اور میری پیشانی چومی۔ مجھے بہت اچھا لگا۔

''اللہ تمہیں لمبی زندگی دے فرح۔ صحت دے۔ اپنے بچوں پہ سلامت رہو۔ تمہارا آپریشن کامیاب ہو۔'' وہ روتے ہوئے مجھے دعائیں دے رہی تھیں۔ ان کے آنسو میرا دل صاف کر رہے تھے۔

''آمین۔''

''تم گھر کی بالکل فکر نہ کرنا۔ ہم سب تمہارے ساتھ ہیں۔ بچوں اور عباد کی بھی فکر نہ کرنا۔ میں کچھ دنوں کے لیے یہاں آ جاتی ہوں۔ فاطمہ گھر کے کام سنبھال لے گی۔ تم بے فکر ہو کر جاؤ۔ اللہ تمہیں صحت زندگی دے۔''

میں مسکرا دی۔

پھر.....

انہوں نے جو کہا وہ کر کے دکھایا۔

سب نے میرے گھر کو اپنا سمجھ لیا تھا۔ میں آپریشن کے بعد بیڈ کے ساتھ لگ گئی تھی۔ بھابھیوں نے گھر کے کام بانٹ لیے۔ ایک دن کھانا بڑی بھابھی بناتیں اور ایک دن چھوٹی۔ بچوں کا خیال بھی وہ اپنے سگے بچوں کی طرح رکھتیں اور میرا بھی۔

میری ٹانگوں میں درد رہنے لگا تھا۔ میری جیٹھانیوں نے میری ٹانگیں تک دبائیں۔ میرا دل..... بالکل صاف ہو چکا تھا۔ مجھے ان سے اب کوئی گلہ نہیں رہا تھا۔ آخری وقت میں انہوں نے میرا بہت ساتھ دیا تھا۔ شاید وہ اپنی غلطیوں کا ازالہ کرنا چاہتی تھیں؟ واللہ عالم۔ میں نے انہیں معاف کر دیا تھا۔

بوجھل دل کے ساتھ مرنے کا کیا فائدہ ہوتا مجھے؟

☆☆☆☆☆

میرے گھر میں ہر وقت کوئی نہ کوئی آیا رہتا۔ سب میرا حال پوچھنے آتے اور مجھے ڈھیروں دعائیں دے کر جاتے۔ میں بس اللہ کا شکر ادا کرتی رہتی۔ میں نے اللہ سے ایک بار بھی گلہ نہیں کیا تھا۔ کوئی میرا حال پوچھتا تو میں یہی کہتی۔ الحمد اللہ، میں پہلے سے بہتر ہوں۔ حالانکہ میں پہلے سے اور بری حالت میں تھی۔ اللہ کی رضا میں راضی ہو کر میرا دل ہلکا ہو گیا تھا۔ اللہ نے مجھے بہت صبر دیا تھا۔

بس..... میرے مرنے کے بعد اللہ میرے بچوں اور عباد کو بھی صبر دے۔ آمین۔

میری امی میرے پاس ہی تھیں۔ وہ ہر وقت دعائیں پڑھ پڑھ کر مجھ پہ پھونکتی رہتی تھیں اور روتی رہتی تھیں۔

''امی ایسے رویا مت کریں۔'' میں نے انہیں کہا۔

''اولاد کو تکلیف میں دیکھ کر اور کیا کروں؟''

میں چپ کر گئی۔ میں بھی ایک ماں تھی۔ مجھے ان کی حالت کا اچھے سے اندازہ ہو رہا تھا۔

دن ایسے ہی گزرتے رہے۔ سب نے میرے اوپر ایک چھاؤں بنا دی تھی۔ میں گھر کے بارے میں بے فکر ہو گئی تھی بس بچے.....

سب کو نظر آ رہا تھا میں مرنے والی ہوں۔ ایک دن میری جیٹھانی نے مجھے کہا کہ ''فرح اپنی امی سے دل کی باتیں کر لو۔''

''کیا میں مرنے والی ہوں جو آپ ایسا کہہ رہی ہیں؟''

یہ بات سن کر وہ رونے لگیں اور مجھے ڈھیروں دعائیں دینے لگیں۔ میری آنکھیں بھی نم ہو چکی تھی۔ وہ سب مجھ سے پیار کرتے تھے۔ عباد کی وہ بہن بھی ہمارے گھر آ گئی تھیں جو پہلے نہیں آئی تھیں۔

☆☆☆☆☆

آج.....

صبح میری طبیعت خراب ہو گئی۔ میں نیم بے ہوشی میں تھی۔ مجھے آوازیں سنائی دے رہی تھیں مگر مجھے سمجھ نہیں آ رہا تھا۔

ایک دم مجھے ہوش آیا۔

وہ میرا بیٹا تھا۔ وہ ماما ماما کہہ کر مجھے بلا رہا تھا۔ میں نے اسے دیکھا اور مسکرا دی۔ نیم بے ہوشی کی کیفیت پھر سے مجھ پہ طاری ہونے لگی۔ میں نے اپنے ہاتھ کی پشت پہ اپنے بیٹے کا بوسہ محسوس کیا۔

میرے گھر میں افراتفری کا عالم تھا۔ سب لوگ جمع ہو گئے تھے۔

مجھے ذرا ہش آیا۔ میرے دائیں طرف عباد رو رہے تھے۔ وہ بہت اونچا رو رہے تھے اور بار بار ہاتھ اپنی ٹانگوں پہ مار رہے تھے۔

''فرح نے میرے لیے بہت کچھ کیا ہے۔ اس نے مجھ پہ بہت احسان کیے ہیں۔'' وہ کہہ رہے تھے۔

بھابھی نے عباد کے کندھے پہ ہاتھ رکھا۔ وہ انہیں چپ کرنے کا کہہ رہی تھیں۔ میرے بچے بھی باپ کے ساتھ ہی بیٹھے تھے۔

ایمبولینس آ گئی۔ مجھے چادر کے چاروں کونوں سے پکڑ کر اس کے سٹریچر پہ منتقل کیا گیا۔ مجھے ایک دم ہوش آیا۔ میں نے چیخ ماری۔ میرا جسم شدید درد کر رہا تھا۔ میں پھر سے ساکت ہو گئی۔

''میرا چہرہ ڈھانپو۔ میرا چہرہ ڈھانپو۔'' میں نے انہیں کہا۔ میرے چہرے پہ سفید چادر رکھ دی۔ کفن کی پہلی چادر.....

ایمبولنس میں سٹریچر رکھ دیا گیا۔ میری نند نے مجھے آوازیں دیں۔

''فرح کیسی ہو تم؟'' مجھے ایک دم ہوش آیا۔

''الحمد اللہ بالکل ٹھیک۔''

شکر کا کلمہ میں نے نہیں چھوڑا۔ اللہ کا احسان رہا مجھ پر۔

میں پھر بے ہوش ہو گئی۔

مجھے نہیں پتا میرے ساتھ سارا دن کیا ہوا؟ ہاں مجھے میرے بیٹے اور عباد کی آوازیں آ رہی تھیں۔ ساتھ میں میرے جیٹھ اور جیٹھانی بھی تھے۔

اور اب.....

بسترِ مرگ پہ.....

میں اپنی زندگی کے بارے میں سوچ رہی ہوں۔

کیا غلطی میری تھی؟

کیا میں نے ہی خود کو اس حال تک پہنچایا تھا؟

اگر میں اپنی خوشیاں حاسدین سے چھپا لیتی تو کیا میں بچ سکتی تھی؟

شاید..... شاید تب مجھے نظرِ بد نہ لگتی۔

شاید تم میری خوشیاں سلامت رہتیں۔

شاید یہ..... شاید وہ.....

پر اب تو کچھ نہیں ہو سکتا تھا۔ میں یہاں تک آ گئی تھی۔ میں ان کو اپنے ارد گرد محسوس کر رہی ہوں۔ میرا دل صرف اور صرف ان کے لیے دعا کر رہا ہے۔ خدا کرے وہ یہ غلطی نہ کریں۔ وہ کسی حاسد کی نظرِ بد کا نشانہ نہ بنیں۔ خدا کرے وہ اپنی ماں کی غلطی کو نہ دہرائیں۔ خدا کرے کہ انہیں حاسدین اور مخلص لوگوں میں فرق کرنا ابھی سے آ جائے۔

اللہ..... انہیں..... اپنے..... حفظ و امان..... میں..... رکھے.....

مجھے سورۃ یسین کی تلاوت کی آواز آ رہی ہے۔

''جب کسی کا آخری وقت تمہارے سامنے ہو تو سورۃ یسین کی تلاوت کرو۔'' یہ حدیث کا مفہوم میرے دماغ میں گونج رہا ہے۔

میری سانسیں......

ان کا وقفہ زیادہ ہو رہا ہے......

مجھے......مجھے یہ...... مصنوعی سانس...... مدد نہیں دے رہا......

میرا......میرا دم......

مجھے سامنے...... کوئی روشنی نظر......آ رہی ہے......

شاید وہ......وہ فرشتہ ہے......

میں......جا رہی ہوں...... لقمہ اجل......بننے......

''پاپا، ماما کا پیٹ نہیں ہل رہا۔'' میرے بیٹے نے تڑپ کر کہا۔

ڈاکٹر ڈاکٹر کی آوازیں شروع ہو چکی تھیں۔

وہ نور......وہ قریب......آ رہا تھا......

نرس نے......انہیں بتا دیا......

وہ......مجھے سفید......چادر میں...... باندھ رہے ہیں......

خدا......حافظ......

لَاإِلٰہَ إِلَّااللہ......

☆☆☆☆☆